قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

منگل 04اگست 2020ء | 14 ذوالحجہ 1441ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:183

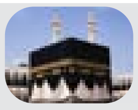

ارشادِ باری تعالیٰ

وَ قُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ
بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۵۴﴾ رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ
بِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یَرۡحَمۡکُمۡ اَوۡ اِنۡ یَّشَاۡ یُعَذِّبۡکُمۡ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ
وَکِیۡلًا ﴿۵۵﴾ وَ رَبُّکَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَلَقَدۡ فَضَّلۡنَا
بَعۡضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعۡضٍ وَّ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۵۶﴾

(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت 54تا56)

ترجمہ: اور تو میرے بندوں سے کہہ کہ وہی بات کہا کریں جو سب سے زیادہ اچھی ہو کیونکہ شیطان یقیناً اُن کے درمیان فساد ڈالتا رہتا ہے۔ شیطان انسان کا کُھلا (کُھلا) دشمن ہے۔ تمہارا رب تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں عذاب دے گا اور اے رسول! ہم نے تجھے ان کا ذمہ وار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور جو وجود بھی آسمانوں اور زمین میں بسنے والے ہیں انہیں تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے اور ہم نے یقیناً انبیاء میں سے بعض کو بعض دوسرے انبیاء پر فضیلت دی ہے اور داؤد کو بھی ہم نے زبور دی تھی۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے آرہے تھے کہ بدوی لوگ آپ سے لپٹ گئے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ببول کے ایک درخت کی طرف ہٹنے کے لئے مجبور کر دیا جس کے کانٹوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اٹک گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان جنگلی درختوں کی تعداد کے برابر اونٹ ہوتے تو مَیں اُنہیں تم میں بانٹ دیتا اور پھر تم مجھے بخیل نہ پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبھم و غیرھم ... حدیث نمبر ۸۴۱۳)

فرمانِ خلیفہ وقت

دنیا کا امن برباد ہونے کی ایک بڑی وجہ

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یہاں مَیں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ دنیا کے ایک بہت بڑے خطّہ پر مسلمان حکومتیں قائم ہیں۔ دنیا کا بہت سا علاقہ مسلمان کے زیرِ نگیں ہے۔ بہت سے مسلمان ممالک کو خدا تعالیٰ نے قدرتی وسائل بھی عطا فرمائے ہیں۔ مسلمان ممالک یو این او (UNO) کا حصہ بھی ہیں۔ قرآنِ کریم جو مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے ماننے والے اور اس کو پڑھنے والے بھی ہیں تو پھر کیوں ہر سطح پر اس خوبصورت تعلیم کو دنیا پر ظاہر کرنے کی مسلمان حکومتوں نے کوشش نہیں کی۔ کیوں نہیں یہ کرتے؟ قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادیٔ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن افسوس کہ اتنے عرصہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کبھی مسلمان ملکوں کی مشترکہ ٹھوس کوشش نہیں ہوئی کہ تمام انبیاء، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر نبی کی عزت و ناموس کے لئے دنیا کو آگاہ کریں اور بین الاقوامی

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- مفید ترین زندگی
- محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب کا ذکر خیر
- وہ جس کی بات کی رکھتا ہے لاج رب کریم

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

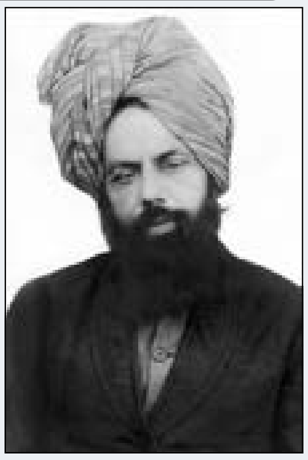

معاشرے کا امن ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے اور معاف کرنے سے وابستہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اے ہم وطن پیارو! میں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا کہ میں آپ کو دکھ دوں یا آپ کی دل شکنی کروں۔ بلکہ میں نہایت نیک نیتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کر لیا ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بدگوئی اور دشنام دہی کے ساتھ یاد کریں۔ وہ نہ صرف بے جا مداخلت سے جس کے ساتھ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں خدا کے گنہگار ہیں بلکہ وہ اس گنہ کے بھی مرتکب ہیں کہ بنی نوع میں نفاق اور دشمنی کا بیج بوتے ہیں۔‘‘ (پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 460)

پھر فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ (سورۃ الانعام: آیت 109)

یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو کہ پھر وہ تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے کیونکہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رو سے بت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ۔‘‘ (پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 460تا461)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

’’پہلا خلق ان میں سے عفو ہے‘‘۔ یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا۔ اس میں ایصالِ خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے۔ وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ سزا دلائی جائے۔ قید کرایا جائے۔ جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اس کو بخش دینا اگر بخش دینا مناسب ہو تو اس کے حق میں ایصالِ خیر ہے۔ اس میں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران: 135)۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُہَا فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (الشوریٰ: 41) یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہو۔ نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351)

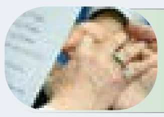

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں

......پس آج ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ خدا کے مسیح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے اور قائم رکھنے کے لئے مدد اور استعانت چاہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا اور جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ہے کہ گریہ وزاری اور تضرع اور ابتہال خدا تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے حصول کا نسخہ بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ:

’’چاہئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم۔صفحہ 403۔ جدید ایڈیشن)

پس جب یہ حالت ہوگی تو ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے وارث بننے والے ہوں گے۔ ایک جگہ اس عبادت کی حقیقت جسے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’واضح ہوکہ اس عبادت کی حقیقت جسے اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے قبول فرماتا ہے، (وہ درحقیقت چند امور پر مشتمل ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بلند و بالا شان کو دیکھ کر مکمل فروتنی اختیار کرنا، نیز اس کی مہربانیاں اور قسم قسم کے احسان دیکھ کر اس کی حمد وثنا کرنا۔ اس کی ذات سے محبت رکھتے ہوئے اور اس کی خوبیوں، جمال اور نور کا تصور کرتے ہوئے اسے ہر چیز پر ترجیح دینا اور اس کی جنت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے دل کو شیطان کے وسوسوں سے پاک کرنا ہے۔‘‘

(اعجاز المسیح، عربی عبارات کا اردو ترجمہ بحوالہ تفسیر سورۃ الفاتحہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔صفحہ 201)

پس یہ حقیقت ہر احمدی کو پیش نظر رکھنی چاہئے کہ نمازوں کی احسن رنگ میں ادائیگی کے بعد یہ کیفیت ایک مومن پر طاری ہوگی تو وہ حقیقی مومن کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی اور بلند وبالا شان کا تصور اس کو ہوگا تو پھر ہی ان امور اور ان احکامات کی طرف توجہ رہے گی جن کے سرانجام دینے کا اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کو حکم دیا ہے۔ پھر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور انعامات کو سامنے رکھتے ہوئے اسکی حمد وثنا کرنا، اس کا شکرگزار ہونا، ایک احمدی کا خاصہ ہونا چاہئے۔ ایک احمدی کو اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور انعامات کا جتنا تجربہ ہے وہ کسی دوسرے کو ہو ہی نہیں سکتا۔

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے احسانوں میں سے ایک احمدی پر یہ کتنا عظیم احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ دنیا کی اکثر آبادی جسے شیطان نے وسوسوں میں ڈبویا ہوا ہے اور جس کے نتیجے میں وہ زمانے کے امام کے انکاری ہیں، ان وساوس سے ہمیں پاک کیا ہوا ہے۔ پس یہ ایسی باتیں ہیں جو ہمارے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بڑھانے والی اور اس کی عبادتوں کی طرف توجہ دلانے والی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ مسیح آخر الزمان کو اللہ تعالیٰ نے خاتم الخلفاء بنا کر بھیجا ہے۔ پس اللہ نے اپنے پیارے نبی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ کے اس عاشق صادق کو امام الزمان اور خاتم الخلفاء بنا کر جو بھیجا ہے تو اسی خاتم الخلفاء کی خلافت کا زمانہ بھی اب تا قیامت رہنا ہے۔

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ یوکے 2007ء) (الفضل انٹرنیشنل 02/نومبر تا08/نومبر 2007ء)

آج کی دعا

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ (ابو داوٴد کتاب الادب)

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ میں گمراہ ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اِسی طرح گمراہ کئے جانے سے بھی۔ پھسلنے اور پھسلائے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ظالم اور مظلوم بننے سے تیری پناہ مانگتاہوں۔ اور اس بات سے بھی کہ میں کسی سے جہالت سے پیش آؤں اور اس پر زیادتی کروں یا مجھ سے ایسا ناروا سلوک کیا جائے‘‘۔

یہ پیارے رسول کریم ﷺ کی گھر سے باہر جانے کی دعا ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلِّم

سب نبیوں میں افضل و اکرم ، صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
نام محمدؐ ، کام مکرم ، صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
ہادیٔ کامل ، رہبر اعظم ، صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
آپؐ کے جلوہ حسن کے آگے، شرم سے نوروں والے بھاگے
مہر و ماہ نے توڑ دیا دم ، صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
اِک جلوے میں آناً فاناً بھر دیا عالم ، کر دیئے روشن
اُتر دکھن پورب پچھّم ، صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
اول و آخر ، شارع و خاتم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
ختم ہوئے جب کل نبیوں کے دور نبوت کے افسانے
بند ہوئے عرفان کے چشمے ، فیض کے ٹوٹ گئے پیمانے
تب آئے وہ ساقی کوثر، مست مئے عرفان ، پیمبر
پیرِ مغانِ بادۂ اطہر، مے نوشوں کی عید بنانے
گھر آئیں گھنگور گھٹائیں، جھوم اُٹھیں مخمور ہوائیں
جھک گیا ابرِ رحمتِ باری، آبِ حیات نو برسانے
کی سیراب بلندی پستی، زندہ ہو گئی بستی بستی
بادہ کشوں پر چھا گئی مستی، اک اک ظرف بھرا برکھا نے
اک برسات کرم کی پیہم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
چارہ گروں کے غم کا چارہ ، دُکھیوں کا اِمدادی آیا
راہنما بےراہرووں کا ، راہبروں کا ہادی آیا
عارف کو عرفان سکھانے ، متقیوں کو راہ دکھانے
جس کے گیت زبور نے گائے ، وہ سردار منادی آیا
وہ جس کی رحمت کے سائے یکساں ہر عالم پر چھائے
وہ جس کو اللہ نے خود اپنی رحمت کی ردا دی ، آیا
صدیوں کے مردوں کا مُحی، صَلِّ عَلَيْهِ كَيْفَ يُحْيِ
موت کے چنگل سے انسان کو دلوانے آزادی آیا
جس کی دعا ہر زخم کا مرہم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
شیریں بول ، انفاس مطہر ، نیک خصائل ، پاک شمائل
حاملِ فرقاں ، عالم و عامل ، علم و عمل دونوں میں کامل
جو اُس کی سرکار میں پہنچا ، اُس کی یوں پلٹا دی کایا
جیسے کبھی بھی خام نہیں تھا ، ماں نے جنا تھا گویا کامل
اُس کے فیضِ نگاہ سے وحشی ، بن گئے حلم سکھانے والے

تبرکات

مفید ترین زندگی

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

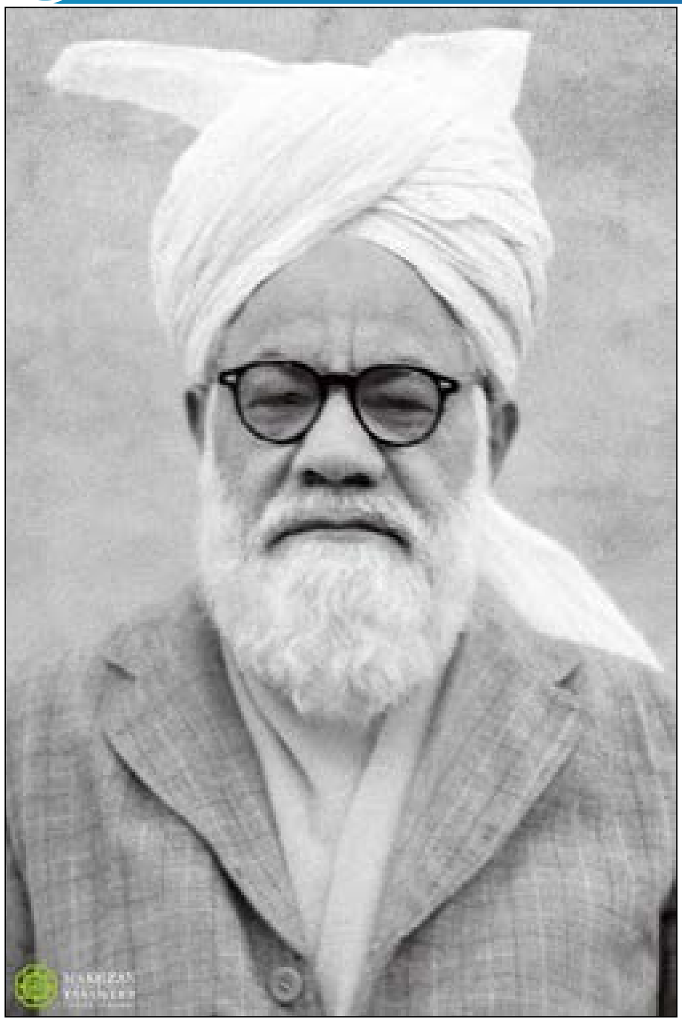

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے 1933ء میں ٹی۔آئی۔ہائی سکول قادیان کے میگزین کے سالانہ نمبر کے لئے درج ذیل مضمون تحریر فرمایا۔آیئے اس متبرک تحریر کا مطالعہ کریں اور اپنا جائزہ لیں)

میں اس وقت انسانی زندگی کے مسئلہ پر کچھ کہنا چاہتا ہوں یعنی یہ کہ دنیا میں انسان امکانی طور پر کس کس رنگ میں زندگی گزار سکتا ہے اور زندگی کی وہ کونسی قسم ہے جو مفید ہونے کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنی غرض و غایت کے لحاظ سے انسانی زندگی مندرجہ ذیل اقسام میں منقسم ہے۔

1۔ وہ زندگی جو انسان اپنی ذات کے لئے گزارتا ہے۔
2 ۔ وہ زندگی جو انسان اپنے اہل وعیال کیلئے گزارتا ہے۔
3۔ وہ زندگی جو انسان اپنے خاندان کے لئے گزارتا ہے۔
4۔ وہ زندگی جو انسان اپنی قوم کے لئے گزارتا ہے۔
5۔ وہ زندگی جو انسان اپنے ملک کے لئے گزارتا ہے۔
6۔ وہ زندگی جو انسان بنی نوع انسان کے لئے گزارتا ہے۔
7۔ وہ زندگی جو انسان کُل مخلوقات کے لئے گزارتا ہے۔
8۔ وہ زندگی جو انسان خدا کے لئے گزارتا ہے۔

زندگی کی یہ تقسیم محض خیالی یا علمی تقسیم نہیں ہے بلکہ حقیقتاً دنیا میں انسانی زندگی انہیں اقسام میں منقسم پائی جاتی ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں جس کی زندگی ان اقسام سے باہر رکھی جا سکے۔

گو یہ ممکن ہے کہ انہیں اقسام کو کوئی شخص کس دوسرے نام کے ساتھ پیش کرے۔مگر یہ ایک محض اصطلاحی فرق ہو گا ورنہ حقیقت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔اب جب ہم ان اقسام پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نقشہ بالا میں زندگی کی اقسام (سوائے قسم نمبر 4 و نمبر 5 کے جو بعض صورتوں میں ایک دوسرے کے مقابل کم یا زیادہ وسیع ہو جاتی ہیں) ایک طبعی ترتیب میں مرتب ہیں۔یعنی پہلی قسم کی زندگی کی غرض و غایت کا دائرہ بہت ہی محدود ہے۔دوسری قسم میں یہ دائرہ پہلی قسم کی نسبت کسی قدر وسیع ہے۔تیسری میں اور زیادہ وسیع ہے۔وعلیٰ ہذا القیاس حتی کہ آخری قسم میں نیچے کی ساری اقسام شامل ہیں۔یعنی جو انسان خدا کے لئے زندگی گزارتا ہے ضروری ہے کہ اس کی زندگی عملاً نہ صرف خدا کے لئے بلکہ کل مخلوقات عالم کے لئے اور بنی نوع آدم کے لئے اور ملک و قوم کے لئے اور خاندان و اہل و عیال کے لئے اور بالآخر خود اس کی ذات کے لئے وقف ہو۔

کیونکہ خدا کے لئے زندگی گزارنے کے مفہوم میں جملہ اقسام کی زندگی کی غرض و غایت شامل ہے۔مگر اس کے الٹ نہیں ہے یعنی قسم اوّل میں قسم دوم شامل نہیں اور قسم دوم میں قسم سوم شامل نہیں۔

ایک دوسری جہت سے نقشہ بالا پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ پہلی تین قسم کی زندگیاں دراصل حیوانی زندگی کی قسمیں ہیں کیونکہ ان میں حیوانی خاصہ کے مطابق یا تو صرف اپنی ذات کی ضروریات پوری کرنے تک زندگی کا مقصد محدود رہتا ہے اور یا اپنے قریب یا دور کے رشتہ داروں تک پہنچ کر زندگی کی غرض و غایت ختم ہو جاتی ہے۔پس ان تین قسموں میں سے خواہ انسان کسی قسم میں داخل ہو وہ حیوانی درجہ سے اوپر نہیں نکلتا۔دراصل حیوانوں میں بھی مدارج ہیں سب سے ادنیٰ قسم حیوانوں میں وہ ہے جن کی زندگی کی غرض و غایت عملاً صرف انہی کی ذات تک محدود ہوتی ہے کیونکہ ان کا کوئی گھر نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اہل زندگی ہوتی ہے۔ان سے اوپر وہ حیوان ہیں جو اپنا ایک گھر بنا کر رہتے ہیں اور ان کی زندگی کی کشمکش خود ان کی ذات تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کا دائرہ ان کے اہل و عیال یعنی بیوی بچوں وغیرہ تک وسیع ہوتا ہے مگر اس حلقہ سے باہر ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔بیشتر حیوان اسی قسم میں داخل ہیں لیکن حیوانوں کی ایک قسم ایسی ہے جو اس سے بھی اوپر کا درجہ رکھتی ہے۔اس قسم کے حیوانات خاندانوں اور قبائل کی صورت میں اکٹھے رہتے ہیں اور بسا اوقات ایک دوسرے کی خاطر قربانی کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا طریق اختیار کرتے ہیں۔یہ قسم حیوانوں کی سب سے ترقی یافتہ قسم ہے۔چنانچہ چیونٹی اور شہد کی مکھی وغیرہ اسی قسم میں داخل ہیں۔

ان تین قسموں سے اوپر حیوانی زندگی کا دائرہ ختم ہو کر انسانی زندگی کا دائرہ شروع ہوتا ہے اور گو شاذ کے طور پر بعض حیوانات میں قومی یا ملکی یا نوعی زندگی کی جھلک بھی پائی جاتی ہے مگر حقیقتاً یہ دائرہ حیوانی زندگی سے بالا ہے لیکن جس طرح حیوانی زندگی کے مختلف درجے اور طبقے ہیں اس طرح انسانی زندگی کے بھی مختلف درجے ہیں۔یعنی کوئی انسان تو اپنی زندگی کی غرض و غایت کے لحاظ سے اپنے قومی دائرہ کے اندر محدود ہوتا ہے اور اس سے باہر اس کی ہمدردی اور اس کی قربانی اور اس کا تعاون نہیں جاتے۔اور کوئی انسان قوم کی قیود سے نکل کر ملکی حدود تک اپنی ہمدردی اور قربانی اور تعاون کو وسیع کر دیتا ہے اور کوئی اس سے بھی آگے نکل کر کُل بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا نصب العین بناتا ہے۔اور قومی یا ملکی حدود اس کے راستے میں حائل نہیں ہوتیں۔اور پھر بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی زندگیوں کو جمیع مخلوقات عالم کی خدمت کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔یہ سب مختلف طبقے انسانی زندگی کے ہیں۔اور جوں جوں انسان کی نظر بلند ہوتی جاتی ہے توں توں وہ اپنی زندگی کے مقصد اور غرض و غایت کو وسیع کرتا چلا جاتا ہے۔مگر اس سے بھی اوپر ایک اَور درجہ ہے جو دراصل ملکی (یعنی فرشتوں کی) زندگی کی غرض و غایت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہ درجہ خدا کی خاطر زندگی گزارنے کے ساتھ وابستہ ہے۔خدا چونکہ ایک غیر مادی ہستی ہے اور فرشتے بھی عالم ارواح کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔اس لئے حقیقتاً زندگی کی یہ قسم فرشتوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔

گویا زندگی کے مدارج کا آغاز حیوانیت سے ہو کر بالآخر ملکیت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان انسان ہے جو دراصل حیوان اور ملک کے بین بین ایک معتدل ہستی ہے۔ایک طرف انسان حیوانی جنس کے ساتھ ملتا ہے اور دوسری طرف اس کے ساتھ ملائک کا جوڑ ہے۔قدرت نے اسے ایسا بنایا ہے کہ وہ اپنے دونوں ہمسائیوں کی زندگی کے دائرہ میں داخل ہو سکتا ہے۔کیونکہ اس کی فطرت میں حیوانی اور ملکی دونوں قسم کے خمیر ودیعت کئے گئے ہیں،بالمقابل حیوانوں فرشتوں کے جو اپنے اپنے حلقہ کے اندر بالکل محصور ہیں اور اس سے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔اسی لئے انسان کا مرتبہ اپنی فطری طاقتوں کی وجہ سے فرشتوں سے بالا سمجھا گیا ہے۔کیونکہ جہاں فرشتے اپنی ملکیت میں بطور ایک قیدی کے محصور ہیں وہاں جب انسان ملکیت کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ خود اپنے ارادے سے ملکیت کے مقام کو اپنے لئے پسند کر کے اور اسے بہتر سمجھ کر اس میں داخل ہوتا ہے لیکن اگر ایک طرف اس کے لئے اوپر چڑھنے کا راستہ کھلا ہے تو دوسری طرف اس کے واسطے نیچے گرنے کا بھی دروازہ بند نہیں ہے۔اور اسی لئے جب انسان گرنے پر آتا ہے تو وہ حیوانی زندگی کے بھی ادنیٰ ترین طبقہ تک جا پہنچتا ہے۔چنانچہ بہت سے ایسے انسان نظر آئیں گے جن کی زندگی کا مقصد سوائے اس کے اَور کوئی نہیں ہوتا کہ کھائیں اور پئیں اور اپنے نفس کی دوسری ضروریات کو پورا کریں اور جب موت آئے تو مر جائیں۔یہ ایک بدترین قسم کی حیوانی زندگی ہے۔مگر بہت سے انسان اس زندگی پر قانع نظر آتے ہیں۔اس قسم کے لوگوں کو کسی دوسرے انسان یا کسی دوسری مخلوق یا کسی دوسری ہستی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا سوائے اس حد تک کے تعلق کے کہ وہ انہیں اپنے نفس کی ضروریات اور خواہشات کے پورا کرنے میں ممد و معاون بنائیں۔ان کی تمام زندگی میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی کہ انہوں نے کبھی کسی دوسرے شخص کے لئے کوئی قربانی کی ہو یا کسی دوسرے کے ساتھ خود اُس کے مفاد کی خاطر تعاون سے کام لیا ہو۔اور قسم دوم یا سوم کی زندگی گزارنے والے انسان تو بہت ہی کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔حتّٰی کہ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہو کہ دنیا میں 70 یا 80 فیصدی انہیں حیوانی زندگیوں میں اپنی عمر بسر کر کے دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں اور انہیں کبھی یہ توفیق نہیں ملتی کہ حیوانی دائرہ سے خارج ہو کر انسانیت کے دائرہ میں قدم رکھیں۔جو شخص زندگی کی پہلی تین قسموں میں محصور رہتے ہوئے اپنے آپ کو انسان سمجھتا ہے وہ سخت غلطی خوردہ ہے۔وہ کسی صورت میں ایک حیوان سے افضل نہیں سوائے اس کے کہ دل و دماغ کی نسبت اپنی حیوانیت کو آرام میں رکھنے اور فربہ کرنے کی زیادہ تدبیریں سوچ سکتا ہے۔اور اس جہت سے اگر ایسے انسان کو حیوانوں سے بھی زیادہ گرا ہوا کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔الغرض

انسانیت کا پہلا مرتبہ یہ ہے (اور اس کے نیچے صرف حیوانیت ہی حیوانیت ہے) کہ انسان کی زندگی صرف اس کے نفس کے لئے یا اس کے اہل و عیال کے لئے یا اس کے خاندان اور قبیلہ کیلئے نہ ہو بلکہ اس کی وسیع قوم کے لئے ہو اور وہ اپنی ذاتی ضروریات اور اہل و عیال کی ضروریات اور خاندانی ضروریات کو قومی ضروریات کے مقابل پر قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہو۔ اور اس کی زندگی کے حرکت وسکون سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ صرف اپنی قوم کی خاطر جی رہا ہے۔ مگر یہ درجہ انسانی زندگی کے سب درجوں میں سے ادنیٰ اور ابتدائی درجہ ہے اور انسانیت کا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو کُل مخلوقاتِ عالَم کے فائدے کے لئے گزارے۔ یعنی نہ صرف ہر دوسرا خاندان اور ہر دوسری قوم اور ہر دوسرا ملک اور ہر دوسرا انسان اس کی قربانی اور اس کے تعاون سے حصہ پا رہا ہو بلکہ نوع انسانی کی حدود سے باہر نکل کر اس کی زندگی دوسری مخلوقات عالم کیلئے بھی برکت اور رحمت کا موجب ثابت ہو رہی ہو۔ ایسا انسان ملکیت کے درجہ کو خارج از بحث رکھتے ہوئے اپنی انسانیت میں کامل سمجھا جائے گا اور جوں جوں اس کی قربانی اور اس کا اخلاص اور اس کی خدمت ترقی کرتے جائیں گے اس کا کمال زیادہ روشن ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے انسانی فطرت میں یہ طاقت ودیعت کی گئی ہے کہ وہ انسانیت کی مادی حدود سے نکل کر ملکیت کے دائرہ میں داخل ہو جائے۔ اس لئے وہ انسان جس کی نظر مخلوقات عالم تک وسیع ہو کر رک جاتی ہے کبھی بھی کامل انسان نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ کامل انسان وہ ہو گا جس کی نظر مخلوقات کے مقام کو سمجھتے ہوئے اپنے خالق کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائے اور چونکہ خالق کی خدمت میں مخلوق کی خدمت طبعاً شامل ہے اس لئے ایسے انسان کی زندگی خالق و مخلوق دونوں کے لئے وقف ہو گی اور یہی وہ اعلیٰ اور ارفع مقام ہے جس پر انسانی زندگی کا سلوک ختم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنے نفس کو بھی زندہ رکھتا ہے اور اپنے اہل و عیال کو بھی پالتا ہے اور اپنے خاندان کی پرورش میں بھی حصہ لیتا ہے مگر چونکہ وہ سب کچھ خدا کی خاطر کرتا ہے اس لئے اس کی زندگی کا یہ حصہ بھی دراصل حیوانی نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ حقیقتاً ملکیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

یہ وہ مختلف درجے ہیں جن میں انسانی زندگی منقسم پائی جاتی ہے۔

اب ہر شخص خود سوچ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی زندگی کس قسم میں داخل ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اکثر لوگ دیانتداری کے ساتھ اس معاملہ میں غور کریں تو ان کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کی زندگی ایک محض حیوانی زندگی ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اپنی ذات یا اہل و عیال یا خاندان کی ضروریات کے پورا کرنے کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا اور اس دائرہ سے باہر ان کے جتنے تعلقات ہوں گے ان کی بھی اصل غرض و غایت یہی ہو گی کہ وہ اپنی یا اپنے اہل و عیال یا اپنے خاندان کی ترقی اور آرام و آسائش کا سامان مہیا کریں۔ حقیقی معنوں میں انسانی زندگی بسر کرنے والے لوگ دنیا میں تھوڑے ہوتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی تعداد تو بہت ہی کم ہے جو ملکی دائرہ میں داخل ہو کر کامل انسان بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت ہی یہ ہے کہ انسان خدا کیلئے زندگی گزارے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذّاریات: 57)۔ یعنی ہم نے دنیا میں انس و جن کو صرف اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ہمارے عبد بن کر زندگی گزاریں۔ اس جگہ عبادت سے صرف نماز اور روزہ وغیرہ کی معین رسمی عبادت مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اسی غرض سے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو خدا کے منشاء کے ماتحت چلائے اور ہر کام میں خواہ وہ دنیا کا ہو یا دین کا اس کے مدنظر خدا کی خوشنودی ہو اور اسی لئے خدا کی خاطر زندگی گزارنے میں حقوق العباد کی ادائیگی بھی شامل ہے کیونکہ جب کہ خدا نے دنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کا منشاء ہے کہ ہر چیز اپنے مقررہ حلقہ کے اندر مفید طور پر زندگی بسر کرے تو لازماً اس کے عبد کا بھی یہی فرض ہو گا کہ وہ خدا کے منشاء کو پورا کرتے ہوئے خالق کی خدمت کے ساتھ ساتھ مخلوق کی خدمت کو بھی اپنا نصب العین بنائے۔

پس اے ہمارے عزیز بچو! آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی زندگیوں کا مطالعہ کریں اور ہمیشہ کرتے رہیں اور اس بات کو دیکھتے رہیں کہ آپ کس قسم کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ آپ کی زندگی صرف کھانے پینے اور اپنے نفس کی ضروریات پوری کرنے تک محدود ہے یا یہ کہ آپ کی زندگی کی غرض و غایت اپنے رشتہ داروں اور خاندان سے باہر نہیں جاتی اور آپ کے سارے کام اسی نیت کے ماتحت ہیں کہ ان سے آپ کی ذات کو یا آپ کے رشتہ داروں کو یا خاندان کو یا دوستوں کو (کیونکہ دوست بھی دراصل رشتہ داروں کے حکم میں ہیں) کوئی فائدہ پہنچ جائے اور آپ کی تعلیم بھی اسی غرض سے ہے کہ آپ مندرجہ بالا دائرہ کی ضروریات کو زیادہ بہتر صورت میں مہیا کر سکیں تو آپ یقین کریں کہ آپ کی زندگی دراصل ایک حیوانی قسم کی زندگی ہے اور جس قدر جلد آپ اس زندگی کی لعنت سے نکل سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔

کم سے کم مقصد جو آپ کو ابتداء میں اپنے سامنے رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ آپ انسانی زندگی کے دائرہ میں داخل ہو جائیں اور یہ نیت کر لیں کہ آپ کی زندگی صرف آپ کے نفس یا آپ کے خاندان کے لئے نہیں ہے بلکہ اپنی قوم اور جماعت کے لئے ہے اور جو کام بھی آپ کریں اس میں قوم اور جماعت کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائیں۔ یہ وہ ادنیٰ ترین مقام ہے جس سے آپ انسان کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ مگر جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے انسان کی پیدائش کی غرض و غایت اس سے بھی بہت بلند ہے۔ پس آپ لوگوں کی صرف یہ کوشش نہیں ہونی چاہئے کہ حیوانیت کے مقام میں گرنے سے بچ جائیں کیونکہ تنزل میں پڑنے سے بچ جانا کوئی قابل تعریف خوبی نہیں ہے بلکہ خوبی یہ ہے کہ انسان اوپر کی طرف چڑھے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے بچے اپنا نصب العین اس ارفع مقام کو بنائیں گے جس کی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ آمین

(مشکوٰۃ مارچ 2005ء بحوالہ ماہنامہ خالد دسمبر 1963ئ)

موزوں پر مسح

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کی طرف جانے کے لئے اُٹھو تو اپنے چہروں کو دھو لیا کرو اور اپنے ہاتھوں کی بھی کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی دھو لیا کرو۔ (المائدہ: 7)

جرابوں اور موزوں دونوں پر مسح ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے وضو کیا وَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ: اور موزوں پر مسح کیا۔ (البخاری، الوضوء، الرجل یوضیٔ صاحبہ)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان فرماتے ہیں کہ تَوَضَّأَ النَّبِیُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ وَالنَّعْلَیْنِ: نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور موزوں پر مسح کیا۔

جرابوں اور موزوں پر اُس صورت میں مسح ہو سکتا جب وہ وضو کرنے کے بعد پہنی ہوں جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب سر کا مسح کیا تو میں جھکا کہ آپ ﷺ کے موزے اتاروں تو آپ ﷺ نے فرمایا: دَعْھُمَا فَاِنِّیْ اَدْخَلْتُھُمَا طَاھِرَتَیْنِ وَمَسَحَ عَلَیْھِمَا ان دونوں کو رہنے دو میں نے ان دونوں کو وضو کرنے کے بعد پہنا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے موزوں پر مسح کیا۔ (مسلم کتاب الطھارۃ المسح علی الخفین)

حضرت شریح بن ھانی بیا کرتے ہیں کہ میں نے موزوں پر مسح کے حوالے سے حضرت عائشہ سے سوال پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سوال تم حضرت علی سے پوچھو، انہیں اس مسئلہ کا زیادہ علم ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں بھی رہتے تھے۔ چنانچہ میں نے حضرت علی سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیَھُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَیَوْمًا وَلَیْلَۃً لِلْمُقِیْمِ: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور رات موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات۔ (صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، التوقیت فی المسح علی الخفین)

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو میں کئی نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ تو حضرت عمر نے آپ ﷺ سے فرمایا آج آپ ﷺ نے ایسی چیز کی ہے جو آپ عموماً نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر میں نے عمداً ایسا کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الطھارہ، جواز الصلوات کلھا بوضوء واحد)

موزوں پر مسح کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سوتی موزہ پر بھی مسح جائز ہے اور آپ نے اپنے پائے مبارک کو دکھلایا جس میں سوتی موزے تھے کہ میں ان پر مسح کر لیا کرتا ہوں۔

(فقہ المسیح ص61)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے کہ جراب میں ذرا سا سوراخ ہو جاتا تو فوراً اُس کو تبدیل کر لیتے مگر میں اب دیکھتا ہوں کہ لوگ ایسی پھٹی ہوئی جرابوں پر جن کی ایڑی اور پنجہ دونوں نہیں ہوتے مسح کرتے چلے جاتے ہیں یہ کیوں ہوتا ہے؟ شریعت کے احکام کی واقفیت نہیں ہوتی۔ اکثر لوگوں کی دیکھا ہے کہ وہ رخصت اور جواز کے صحیح محل کو نہیں سمجھتے۔

(منصب خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 45)

مقام نعیم پر فائز درویش صفت خادم سلسلہ

محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب کا ذکرِ خیر

(مرتبہ: محمد محمود طاہر)

مقام نعیم پر فائز، درویش صفت، بےنفس بے ریا، دیرینہ خادمِ سلسلہ محترم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری سابق امیر و مشنری انچارج سیرالیون و امریکہ، نائب وکیل التبشیر و زعیم اعلیٰ ربوہ مورخہ 15فروری 2015ء کو 87سال کی عمر میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودہ خاک ہوئے۔ 20فروری 2015ء کے خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی خدمات اور شمائل حسنہ کا تذکرہ فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ یہ خطبہ جمعہ الفضل انٹرنیشنل 13مارچ 2015ء میں طبع شدہ ہے۔

محترم مولانا محمد صدیق شاہد صاحب 31اکتوبر 1928ء کو لودھی ننگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم میاں کرم دین صاحب نے 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ مولانا صاحب نے پرائمری پاس کرنے کے بعد 1940ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور 1947ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ آپ ایک ذہین طالب علم تھے اور کلاس میں پوزیشن بھی لیا کرتے تھے۔ آپ نے 1952ء میں شاہد پاس کیا۔ اسی سال اکتوبر میں بذریعہ بحری جہاز مغربی افریقہ کے ملک سیرالیون بھجوا دیئے گئے۔ اور چار سال تک فریضہ دعوت الی اللہ ادا کرنے کے بعد اکتوبر 1956ء میں واپس پاکستان آئے اور پھر تین سال مرکز میں خدمات بجالاتے رہے۔ دسمبر 1959ء میں سیرالیون کے امیر و مشنری انچارج بنا کر بھجوائے گئے اور 1962ء میں واپس آئے۔

15جنوری 1966ء کو آپ کو غانا بھجوایا گیا اور سالٹ پانڈ میں مشنری ٹریننگ کالج کے پرنسپل رہے۔ 1968ء میں تیسری بار سیرالیون متعین ہوئے اور 1972ء تک امیر و مشنری انچارج رہے۔ صرف اس عرصہ قیام میں 1966 تا 1970ء آپ کی فیملی آپ کے ہمراہ رہی۔ باقی عرصہ بیرون ممالک آپ فیملی کے بغیر رہے۔

1973ء میں آپ نیویارک امریکہ متعین ہوئے اور پھر واشنگٹن آ گئے۔ امریکہ میں آپ کا قیام 1977ء تک رہا۔ اکتوبر 1979ء میں آپ کو ایک بار پھر سیرالیون میں امیر و مشنری انچارج بنا کر بھجوایا گیا۔ 1980ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نائیجیریا و غانا تشریف لئے گئے تو آپ سیرالیون سے وفد لیکر حضرت صاحبؒ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ کے قیام سیرالیون اور امریکہ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ان ممالک کے دورہ پر بھی تشریف لائے تھے۔

جلسہ سالانہ 1982ء کے موقع پر آپ مرکز واپس آئے اور چار ماہ کے بعد اپریل 1983ء میں آپ دوبارہ سیرالیون چلے گئے اور تقریباً ڈیڑھ سال بعد 1984ء میں آپ واپس ربوہ آ گئے۔ مرکز میں آپ استاد جامعہ احمدیہ، نائب ناظر اصلاح وارشاد مقامی، ایڈیشنل سیکرٹری نصرت جہاں اور پھر 1993ء تا 2012ء نائب وکیل التبشیر کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔

جولائی 1992ء میں ایک بار آپ کو ایک ہفتہ کے لئے قائم مقام ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ کی خدمت بھی سونپی گئی۔ چنانچہ 24جولائی 1992ء کو آپ نے بحیثیت قائم مقام ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ مسجد اقصیٰ میں جمعہ پڑھایا۔ آپ علمی ذوق رکھنے والے اور وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ آپ کو رمضان المبارک میں مسجد مبارک میں درس قرآن دینے کی بھی توفیق ملتی رہی۔ خاکسار کو آپ کے اسّی کی دہائی میں وہ درس بھی یاد ہیں جب شدید گرمی کا موسم اور لاؤڈ سپیکر کی بھی اجازت نہ تھی۔ سخت گرمی میں روزہ رکھ کر آپ درس دیتے۔ سامعین تک آواز پہنچانے میں دقت بھی محسوس ہوتی اور بسا اوقات گلا ساتھ نہ دیتا لیکن بڑی ہمت اور جدوجہد کے ساتھ یہ فریضہ ادا کرتے رہے۔ چونکہ آپ علمی ذوق کے حامل تھے اس لئے اپنے علم کو اپنے تک ہی نہ رکھتے بلکہ روزنامہ الفضل کے ذریعہ سے اپنے علم اور ذاتی مشاہدات و تجربات کو احبابِ جماعت تک پہنچایا۔ میدانِ عمل کے ایمان افروز واقعات اور تاریخ احمدیت کے کئی اوراق کو آپ نے محفوظ کر دیا جو آئندہ نسلوں کے لئے روشن تاریخ اور مشعل راہ ہے۔ جامعہ احمدیہ میں ہمیں آپ کے علم سے استفادہ اور آپ کی نیک سیرت سے فیض حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ آپ جیسے عالم باعمل اور صاحبِ کردار وجود نے یقیناً ہماری کردار سازی میں بھی نمایاں حصہ لیا۔

مجلس انصار اللہ میں خدمات

محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب کی جماعتی خدمات کا ایک حصہ مجلس انصار اللہ کے لئے آپ کی لمبا عرصہ اور مستقل مزاجی کے ساتھ بھرپور خدمات ہیں۔ آپ سیرالیون سے ربوہ آ گئے تو جہاں آپ کوارٹرز تحریک جدید کے صدر کے طور پر خدمات بجالاتے رہے وہاں آپ انصار اللہ مرکزیہ سے بھی وابستہ رہے۔ بطور مرکزی نمائندہ آپ کو متعدد مجالس پاکستان کے دورے کرنے کی توفیق ملی جن میں آپ کو تنظیمی امور کا جائزہ لینے کے ساتھ تربیتی موضوعات پر تقاریر اور محافل سوال و جواب میں شرکت کا موقع ملتا رہا۔ پھر اگست 1988ء میں آپ کو زعیم اعلیٰ ربوہ مقرر کر دیا گیا۔ اس منصب پر آپ سال 2001ء تک فائز رہے۔ زعیم اعلیٰ ربوہ پاکستان کی سب سے بڑی مجلس انصار اللہ کا نگران ہوتا ہے۔ آپ نے اس خدمت کا حق ادا کیا۔ روزانہ دفتر حاضر ہونا اور ربوہ کے حلقہ جات کی تنظیمی ذمہ داریوں سے کامیابی کے ساتھ عہدہ براء ہونا ایک جہد پیہم، عزم و استقلال، مستقل مزاجی اور قربانی کا متقاضی ہے۔ آپ نے 14سال اسی لگن، خلوص اور محنت کے ساتھ یہ ذمہ داری نبھائی اور نمایاں کامیابیاں بھی حاصل کیں۔

موجودہ زعیم اعلیٰ ربوہ چوہدری نصیر احمد صاحب جنہوں نے محترم مولانا صدیق گورداسپوری صاحب کے ساتھ بطور منتظم عمومی لمبا عرصہ 1991تا2001ء خدمت کی توفیق پائی وہ بیان کرتے ہیں کہ مولوی صاحب روزانہ بڑی باقاعدگی کے ساتھ بروقت دفتر حاضر ہو جاتے تھے۔ آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ نماز عصر یہیں ادا ہو جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ وقت دفتر کو دیا جا سکے اور دفتر آنے والے زعماء و عہدے داران سے ملاقات اور راہنمائی کا سلسلہ جاری رہے۔ آپ عموماً نماز مغرب دفتر مقامی میں پڑھ کر گھر جایا کرتے تھے۔

آپ مولوی صاحب کی ایک خوبی یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دل میں نومبائعین کی تربیت کا بہت خیال رہتا کہ دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں جو پھل مجلس نے حاصل کئے ہیں انکو جماعت کا مفید وجود بنایا جا سکے۔ چنانچہ آپ جمعہ کے دن رخصت منانے کی بجائے آپ مضافات ربوہ میں موجود نومبائعین کی ملاقات و تربیت کے لئے دورہ پر نکل جاتے اور انکے پاس جا کر جمعہ بھی پڑھایا کرتے تھے۔ سکھیکی، جھنگ موڑ، ڈاور، عثمان والا وغیرہ کے علاقوں میں آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

مولوی صاحب کے سارا عرصہ خدمت میں انصار اللہ مقامی ربوہ کے دوران خاکسار کے والد محترم چوہدری محمد صادق صاحب اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر ربوہ بطور منتظم مال انصار اللہ مقامی ربوہ خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ مولوی صاحب کے عرصہ خدمت میں زعامت علیا ربوہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسابقت فی الخیرات کی روح کو زندہ رکھتے ہوئے بہت سے اعزازات حاصل کئے اور ان 14سالوں میں ربوہ نے متفرق کامیابیوں کے علاوہ 6بار علم انعامی بھی حاصل کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپ کی سیرت کے چند نمایاں پہلو

محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب کو مجھے بہت قریب سے سالہاسال دیکھنے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ جب آپ 1984ء میں مستقل طور پر پاکستان آ گئے تو پھر تادم واپسیں آپ سے تعلق رہا۔ ایک عرصہ تک ہم کوارٹرز تحریک جدید میں ساتھ رہے۔ آپ ہمارے صدر محلہ بھی تھے۔ جامعہ احمدیہ میں آپ سے استاد شاگرد کا تعلق بھی رہا۔ میرے والد محترم کا آپ سے محلہ، وکالت تبشیر اور انصار اللہ مقامی ربوہ میں سالہاسال کا ساتھ رہا۔ آپ کے بچے ہمارے دوست تھے۔ آپ کے بیٹے محمد سعید خالد صاحب مربی سلسلہ امریکہ میرے کلاس فیلو اور قریبی دوست ہیں۔ ان ناطوں کی بدولت آپ کے ساتھ مستقل میل جول رہا اور آپ کی شفقت، محبت اور حسنِ سلوک سے مستفیض ہوتا رہا ہوں۔

آپ کا وجود باعثِ برکت تھا۔ آپ بےنفس اور بے ریا تھے سادہ اور منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کا شمار حضرت مصلح موعودؓ کے ان مجاہدوں میں تھا جن کا اوڑھنا بچھونا سلسلہ کی خدمت تھا۔ آپ مستجاب الدعوات اور فانی فی اللہ بزرگ تھے۔ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کی عملی تصویر، پاک طینت، نیک سیرت اور عالم باعمل تھے۔

محترم مولانا محمد صدیق شاہد صاحب نے اپنے نام کے ساتھ گورداسپوری کا لاحقہ استعمال کیا اور یہ آپ کی پہچان کا ذریعہ بن گیا۔ اس لاحقہ کے استعمال کے پیچھے بھی آپ کی طبیعت کی حلیمی اور جذبہ ایثار کی کہانی

چھپی ہوئی ہے۔مربیان کرام میں آپ کے ہم نام محترم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری آپ سے سینئر تھے اور وہ امرتسری کے نام سے مشہور ہوئے۔آپ کے ہمعصر مربی مکرم محمد صدیق ننگلی صاحب بھی تھے جو آپ کے ساتھی اور ہم نام بھی تھے۔آپ نے خاکسار سے بیان کیا کہ ہم دونوں کا نام محمد صدیق تھا تو میں نے جامعہ پاس کر کے اپنا نام محمد صدیق شاہد کر لیا۔اس پر ننگلی صاحب نے بھی اپنا نام محمد صدیق شاہد کر لیا پھر نام ایک جیسے ہو گئے۔آپ بتاتے ہیں کہ چونکہ میں لودھی ننگل کا تھا تو میں نے اپنے ساتھ ننگلی کا لاحقہ لگایا مولانا محمد صدیق صاحب بھی ننگل کے رہنے والے تھے انہوں نے بھی ننگلی کا لاحقہ رکھ لیا۔تب میں نے اپنے ساتھ ننگلی کی بجائے گورداسپوری کا اضافہ کر دیا۔ یہ کہانی آپ نے بڑے مزے سے سنائی۔آپ ایثار کا مظاہرہ کرتے رہے اور بالآخر ناموں میں شناخت برقرار رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

آپ کی پاک سیرت اور عظمت کردار کا خوبصورت اور لازوال بیان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک سے بھی ہوا جو یقیناً آپ کے لئے اور آپ کی نسلوں کے لئے ہمیشہ باعثِ اعزاز رہے گا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب 1970ء میں افریقہ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 1970ء میں افریقہ کی سرزمین پر خدماتِ سلسلہ بجالانے والے ان مبلغین کا تذکرہ فرمایا جو کہ ’’مقام نعیم‘‘ پر فائز ہیں۔ان مبلغین میں حضورؒ نے محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب کا نام بھی لیا۔یقیناً آپ ایسے ابرار میں شامل تھے جن کے چہرے ہمیشہ رضائے الٰہی کی خوشبو سے معطر رہتے تھے۔

تاریخی جلسہ سالانہ قادیان 1991ء جس میں تقسیم برصغیر کے بعد قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح کی پہلی بار آمد ہوئی تھی اور پاکستان کی تشنہ روحوں کو بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی مقدس صحبت اور کلمات طیبات کو براہِ راست سننے کا موقع ملا تھا۔اس تاریخی جلسہ میں محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب بھی شامل تھے اور خاکسار کو بھی جانے کا موقع ملا تھا۔ہم اہل محلہ کو بہشتی مقبرہ کے خیمہ جات میں رہائش ملی۔برسات سے سردی کی شدت میں مزید اضافہ ہوگیا بزرگان کے لئے تو یہ رہائش موافق نہ تھی۔ابتدائی چند دن مولوی صاحب بھی اسی خیمہ میں ہمارے ساتھ رہے۔اس خیمہ میں خاکسار کے والد محترم اور مکرم مولانا منیر احمد عارف صاحب نیز محلہ کے دوسرے نوجوان بھی تھے اور مولوی صاحب کے بیٹے محمد سعید خالد صاحب بھی بعد میں اسی خیمہ میں آئے مولوی صاحب کو بعد میں دوسری جگہ رہائش مل گئی تھی لیکن کوئی حرفِ شکایت ان بزرگان کی زبان پر نہ تھا اور جو جماعتی انتظام موجود تھا اسی پر ہی قانع رہے۔

اس تاریخی موقع پر مولوی صاحب کے ساتھ ہم قادیان کی مقدس بستی کے مختلف مقامات کو دیکھنے کے لئے گئے اور مولوی صاحب ہمیں ان کی تاریخی اہمیت بھی بتاتے رہے اور اپنے بیتے ہوئے ایام کو یاد کرتے رہے۔اسی سفر میں مولوی صاحب کی سادہ مزاجی اور بچوں کے ساتھ شفقت کا یہ پہلو بھی ہمارے سامنے آیا کہ ہم لوگ تو پہلے قافلہ میں ہی قادیان پہنچ گئے تھے اور مولوی صاحب ساتھ تھے۔آپ کے بیٹے محمد سعید خالد صاحب چند روز بعد قادیان آئے یہ قادیان کی زیارت کا ہمارے لئے پہلا موقع تھا۔اس سفر میں ہم اپنے بستر ساتھ لیکر گئے تھے۔سعید خالد صاحب نے چونکہ اپنے سنٹر سے بعد میں آنا تھا تو مولوی صاحب اپنے بیٹے کے لئے بستر اپنے ہمراہ لے آئے تا کہ اس کو بعد میں مشکل نہ ہو مولوی صاحب کی اس بات کو میں اکثر یاد کرتا ہوں کہ کس قدر سادگی اور بچوں کے لئے شفقت ہے۔اور جب سعید صاحب چند روز بعد قادیان پہنچ گئے اور ہم قادیان کے ماحول سے خوب آشنا ہو چکے تھے تو مولوی صاحب نے ہمیں کہا کہ سعید کا خصوصی خیال رکھیں۔یہ بات بھی مولوی صاحب کی سادہ مزاجی کا پرتو تھی کہ سعید ہم سے عمر میں بھی سینئر لیکن آپ نے ہمیں یہ بات کہی کیونکہ ہم نے ماحولِ قادیان سے خوب واقفیت پیدا کر لی تھی۔بہشتی مقبرہ قادیان کی اس رہائش اور پورے جلسہ سالانہ کی پُرکیف یادیں ہر وقت کانوں میں رس گھولتی ہیں۔

مولوی صاحب کے زہد و تقویٰ اور عبادات میں خشوع وخضوع کے بارہ میں آپ کے بیٹے محمد سعید خالد صاحب مربی سلسلہ امریکہ بیان کرتے ہیں کہ فرض نمازیں تو جماعت کے بغیر تصور نہ تھا۔آپ تہجد بھی ایسے ادا کرتے جیسے فرض نماز ہوتی ہے۔جب سفر سے رات تاخیر سے بھی گھر پہنچتے تب بھی تہجد کا ناغہ نہیں ہوتا۔وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کبھی نماز میں ہنڈیا ابلنے والی کیفیت میں نے دیکھی ہے تو وہ والد محترم کی نماز تہجد میں مشاہدہ کی ہے۔سعید صاحب بیان کرتے ہیں کہ ابا جان نماز باجماعت ہر حال میں مسجد میں ادا کرتے۔آخری سالوں میں گھٹنوں کی خرابی کی وجہ سے پیدل یا سائیکل پر مسجد نہیں جاسکتے تھے تو میری ڈیوٹی تھی کہ آپ کو کار میں مسجد لیکر جاتا اگر کبھی کسی کام کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو ناراض ہو جاتے کہ میری نماز ضائع کر دی۔اپنے بچوں کے ساتھ بھی صرف نماز کے معاملہ میں ہی سختی سے پیش آئے ہیں۔

خدمتِ دین کے جذبہ کا یہ عالم تھا کہ خواہش تھی کہ تادمِ واپسیں خدمت پر مامور رہیں۔آخری چند سالوں میں گھٹنوں کی تکلیف سے پیدل یا سائیکل پر جانا تو ممکن نہ رہا تھا۔اس دوران آپ کے بیٹے محمد سعید خالد صاحب کو یہ سعادت ملی کہ وہ آپ کو کار پر وکالت تبشیر لیکر جاتے۔سعید صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کی صحت کمزور ہوئی اور گھٹنوں کا توازن بگڑنے لگا جس کی وجہ سے آپ بعض دفعہ گر بھی گئے تھے تو میں نے کہا ابا جان اب آپ آفس سے رخصت لے لیں اس پر آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمانے لگے کیا تمہیں وقفِ زندگی کا مطلب معلوم ہے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ میں نے زندگی وقف کی ہے اور میں ابھی زندہ ہوں اس لئے میرا وقف ختم نہیں ہوا۔سعید صاحب کہتے ہیں کہ 2010ء میں انکی تقرری امریکہ ہوگئی تو فکر لاحق ہوئی کہ اب والد صاحب کیسے دفتر جائیں گے۔والد صاحب سے اس فکر کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم امریکہ جاؤ یہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے۔اللہ تعالیٰ میرا کوئی بہتر انتظام کر دے گا۔چنانچہ آپ سعید صاحب کے امریکہ جانے کے بعد بھی دفتر جاتے رہے۔لیکن یہ کسی کی بات پسند نہ کرتے تھے کہ اب دفتر جانا بند کریں۔

آپ نے جماعتی اموال اور امانتوں کی خوب پاسداری کی ہے۔کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور یقین کامل تھا کہ وہ آپ کی ہر ضرورت پوری کر دے گا۔آپ کے بیٹے محمد سعید خالد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ابا جان جن ایام میں امریکہ میں خدماتِ سلسلہ بجالا رہے تھے (یعنی 1973ء تا 1977ء) اسی دور میں بڑے بھائی محمد نصیر صاحب نے الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری مکمل کی بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اعلیٰ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لئے امریکہ چلے جائیں۔اس کے لئے آپ والد صاحب کو کہیں کہ وہ آپ کو سپانسر کر دیں۔جب والد محترم سے اس بارہ میں بات کی تو انہوں نے کہا مجھے گرین کارڈ جماعت کی وجہ سے ملا ہے جو کہ میرے پاس جماعت کی امانت ہے۔اس کو میں کسی ذاتی مصرف میں نہیں لا سکتا اور ساتھ کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو وہ خود تمہارے لئے امریکہ جانے کے سامان پیدا فرما دے گا۔چنانچہ والد صاحب امریکہ کے بعد افریقہ چلے گئے تھے وہاں سے بھائی کو لکھا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ تمہیں ویزہ مل گیا ہے۔آپ کے بیٹے نے امریکہ کے لئے سٹوڈنٹ ویزا اپلائی کیا جو اس کو مل گیا۔اس وقت مولوی صاحب کی بیشتر اولاد امریکہ میں مقیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور مولوی صاحب کی دعاؤں سے مستفیض ہو رہی ہے۔

اس ضمن میں محترم حنیف احمد محمود صاحب خاکسار سے بیان کرتے ہیں کہ جب 1984ء میں مولوی صاحب سیرالیون سے واپس پاکستان آرہے تھے تو وہ بھی سیرالیون تھے۔سیرالیون کے احباب جماعت کے ساتھ مولوی صاحب بہت محبت رکھتے اور احباب جماعت آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔جب رخصت ہونے لگے تو بہت سے احباب نے آپ کو قیمتی تحائف دیئے اُن میں ایک قیمتی ہمک (Hammock) یعنی لٹکانے والا ڈوریوں سے بنا پلنگ بھی دیا۔مولانا محمد صدیق صاحب نے ان تمام تحائف کو فروخت کیا اور ان کی رقم کو مشن ہاؤس میں یہ کہتے ہوئے جمع کروا دیا کہ یہ تحائف مجھے ذاتی حیثیت سے نہیں ملے بلکہ میں تو یہاں خلیفۂ وقت کا نمائندہ تھا اس لئے یہ جماعت کی امانت ہے اور یہ امانت آپ نے جماعت کے سپرد کر دی۔سبحان اللہ۔

محترم حنیف احمد محمود صاحب مزید بتاتے ہیں کہ آپ مربیان کے ساتھ شفیق باپ کی طرح سلوک فرماتے تھے۔مربیان کی بہت عزت واحترام کرتے اور آپ کی کوشش ہوتی کہ مربیان پر کوئی ابتلاء نہ آئے بلکہ اصلاحِ احوال ہو جائے اور وہ احسن طریق سے اپنا وقف نبھاتے رہیں۔آپ اپنے ماتحت مربیان سے شفقت بھی کرتے اور اپنے اوپر بھی وہی قواعد لگاتے جن کی اپنے ماتحتوں کو ہدایت دیتے۔چنانچہ آپ نے بیان کیا کہ ہم مربیان کو مشن ہاؤس میں مچھر سے بچاؤ کیلئے سپرے خریدنے کی اجازت دی گئی تھی نیز یہ کہ اس کا بل بجھوا دیا کریں لیکن جب بل مقررہ بجٹ سے زائد ہو جاتا تو آپ ہدایت دیتے کہ اب یہ سپرے جماعتی خرچ سے خریدنا بند کر دیں اور اپنے مشن ہاؤس میں بھی فوراً یہ ہدایت کر دیتے کہ یہاں بھی سپرے نہ خریدا جائے۔

دفتر انصار اللہ پاکستان کے کارکن عبدالصمد بلوچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ انصار اللہ پاکستان آنے سے پہلے وہ انصار اللہ مقامی میں کارکن تھے اور مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری اس وقت زعیم اعلیٰ ربوہ تھے اور چوہدری محمد صادق صاحب (خاکسار کے والد محترم) منتظم مال ربوہ تھے جب میں انصار اللہ پاکستان میں ملازم ہوگیا اور مقامی سے رخصت کیا جانے لگا تو منتظم صاحب مال ربوہ نے مولوی صاحب کو تجویز دی کہ عبدالصمد نے یہاں بہت اچھا کام کیا ہے اب اسے ایک اضافی تنخواہ دیکر یہاں سے رخصت کرنا چاہئے۔چنانچہ مولوی صاحب نے احسان کا سلوک کرتے ہوئے مجھے ایک اضافی تنخواہ کے ساتھ انصار اللہ مقامی سے رخصت کیا۔

محترم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری نے تمام عمر اخلاص و وفا کے ساتھ خدمتِ دین میں گزاری اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمت کا یہ سلسلہ آپ کی اولاد میں بھی جاری ہے۔مجھے یاد ہے کہ آپ اپنے بیٹے محمد سعید خالد صاحب کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی وجہ سے بہت خوش تھے

اور بار بار اس کا ہم سے اظہار کیا اور اس کے میدانِ عمل میں بالخصوص افریقہ میں خدمت کی توفیق ملنے پر شاداں رہتے تھے۔ اب انہیں امریکہ میں خدمتِ سلسلہ کی توفیق مل رہی ہے۔ 2012ء تک جب تک صحت اور ہمت نے ساتھ دیا مولوی صاحب خدمتِ دین پر کمر بستہ رہے اور پھر آخری تین سال بیماری میں گزرے۔ بیماری کے ان ایام میں آپ کے بیٹے محمد ناصر صاحب اور انکی اہلیہ کو غیرمعمولی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ محمد ناصر صاحب امریکہ میں مقیم تھے اور خدمتِ والدین کی خاطر انکے پاس ربوہ آگئے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

شادی و اولاد

محترم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری کی شادی 1952ء میں مکرم خلیل احمد صاحب آف گولبازار ربوہ کی بیٹی مکرمہ امتہ المجید بیگم صاحبہ سے ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بقیدِ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمرو صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کی قربانی کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اپنے خطاب فرمودہ کیم اگست 1992ء بر موقع جلسہ سالانہ مستورات برطانیہ میں ان خواتین میں فرمایا تھا جنہوں نے اپنے واقفِ زندگی خاوندوں کے ساتھ ساتھ قربانی دی اور لمبا عرصہ اپنے شوہروں کے بغیر گزارا۔ (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول جلد دوم صفحہ 275) آپ کی اہلیہ اور بچے صرف ایک بار افریقہ مولوی صاحب کے ساتھ چار سال قیام پذیر رہے۔ باقی تمام عرصہ مولوی صاحب اپنی فیملی کے بغیر میدانِ عمل میں خدمات بجالاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں عطا کیں۔

1۔ مکرمہ عائشہ الٰہی صاحبہ اہلیہ مکرم مقصود احمد قمر صاحب مربی سلسلہ نظارت اشاعت

2۔ مکرم انجینئر محمد نصیر صدیق صاحب کیلیفورنیا امریکہ

3۔ مکرم محمد منور صاحب حال ربوہ

4۔ مکرم محمد سعید خالد صاحب مربی سلسلہ امریکہ

5۔ مکرم محمد ناصر صاحب حال ربوہ

6۔ مکرمہ صادقہ فرحت صاحبہ ربوہ

7۔ مکرم محمد ظہیر صدیق صاحب کیلیفورنیا امریکہ

اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو اپنے بزرگ والد کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین۔

مضمون کا اختتام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس مکتوب پر کر رہا ہوں جو سیدی کی طرف سے خاکسار کو محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب کی وفات اور تعزیت کے بعد موصول ہوا تھا۔ یہ دراصل مولوی صاحب کی سیرت کا خلاصہ ہے۔ 3مارچ 2015ء کے محررہ خط بنام خاکسار میں حضور انور ایدہ الودود نے فرمایا:

’’آپ کا خط ملا جس میں آپ نے مولانا محمد صدیق شاہد گورداسپوری صاحب کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ مرحوم علمی، عملی، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے اعلیٰ مثال اور قابلِ تقلید نمونہ تھے۔ بلا شبہ وہ خلافت کے جاں نثار اور سلطان نصیر تھے۔ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول خدمت کی توفیق پاکر حاضر ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی اولاد کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلائے اور انکی نیکیاں زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔‘‘

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

سطح پر اس کو تسلیم کروائیں۔ گو یو این او (UNO) کے باقی فیصلوں کی طرح اس پر بھی عمل نہیں ہو گا، پہلے کونسا امن چارٹر پر عمل ہو رہا ہے لیکن کم از کم ایک چیز ریکارڈ میں تو آجائے گی۔ او آئی سی (OIC)، آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز جو ہے، یہ قائم تو ہے لیکن ان کے ذریعہ سے کبھی کوئی ٹھوس کوشش نہیں ہوئی جس سے دنیا میں مسلمانوں کا وقار قائم ہو۔ مسلمان ملکوں کے سیاستدان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر نہیں خیال تو دین کی عظمت کا خیال نہیں۔ اگر ہمارے لیڈروں کی طرف سے ٹھوس کوششیں ہوتیں تو عوام الناس کا یہ غلط رد عمل بھی ظاہر نہ ہوتا۔

(خطبۂ جمعہ، 21 ستمبر 2012ء)

کیا سنگِ مرمر جنت کا پتھر ہے؟

سوال: حضرت عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جواباً فرمایا: جنت ہوتا ہی شریعت کا نام ہے۔ اس دنیا میں جنت خدا کی شریعت کے تابع رہناہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اللہ کے بندو! لَا یَفۡتِنَنَّکُمُ الشَّیۡطٰنُ کَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَیۡکُمۡ مِّنَ الۡجَنَّۃِ اے بنی نوع انسان! تمہیں بھی شیطان اسی طرح فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح تم سے پہلے فتنے میں ڈال کے جنت سے نکالا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی ہمارے لئے خطرہ ہے کہ ہم اس جنت سے دوبارہ نکل جائیں اور دوبارہ پھسل جائیں۔ وہ کون سی جنت ہے اگر وہ جنت یہاں ہے ہی نہیں تو ہم نکل کس طرح سکتے ہیں اور فتنے میں کس طرح شیطان ڈال سکتا ہے۔ میں یہ بتارہا ہوں اس آیت سے قطعی طور پر اس جنت کی حقیقت معلوم ہوگئی جس سے آدم کو نکالا گیا تھا۔ وہ جنت آج بھی اسی طرح موجود ہے اور آج بھی شیطان ورغلا کر بنی نوع انسان کو اس جنت سے نکال سکتا ہے۔ اگر وہ جنت ہے جو مولوی کے دین کی جنت ہے کسی اور جگہ سے گرا تھا آدم؟ تو وہاں تو آپ ہے ہی نہیں پھر قرآن کریم کی اس آیت کا کیا مطلب کہ دوبارہ نہ دھوکے میں پڑ جانا۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ جنت ہے اور ہے کیا وہ؟ شریعت کے احکام اور نواحی اور جو تفصیل ہے جنت سے نکلنے کی اس میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے کہ غفلت ہوگئی حضرت آدمؑ سے اطاعت میں۔ اگرچہ اس میں ارادہ نہیں تھا۔ لَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا۔ غفلت ہوئی لیکن عزم نہیں تھا۔ اس میں کوتاہی ہوگئی اور گناہ بنتا ہے عزم کے نتیجہ میں۔ خطا بنتی ہے بغیر عزم کے جب بات ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے بھی تفصیل بیان فرمادی۔ تو جنت سے نکلنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے کسی رنگ میں نکل جانا ارادۃً یا غیر ارادی طور پر ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

(مجلس سوال و جواب منعقدہ 25 نومبر 1982ء)

☆...☆...☆

بقیہ: صلی اللہ علیہ وسلم ...... از صفحہ 2

معطی بن گئے شہرۂ عالم، اُس عالی دربار کے سائل
نبیوں کا سرتاج، اَبنائے آدم کا معراج، محمدؐ
ایک ہی جست میں طے کر ڈالے، وصلِ خدا کے ہفت مراحل
ربِّ عظیم کا بندۂ اعظم، صلَّی اللہ علیہ وسلَّم
وہ اِحسان کا اَفسوں پھونکا، موہ لیا دل اپنے عدو کا
کب دیکھا تھا پہلے کسی نے، حسن کا پیکر اس خوبو کا
نخوت کو ایثار میں بدلا، ہر نفرت کو پیار میں بدلا
عاشق جان نثار میں بدلا، پیاسا تھا جو خار لہو کا
اُس کا ظہور، ظہور خدا کا، دکھلایا یوں نور خدا کا
بتکدہ ہائے لات و منات پہ طاری کر دیا عالم ہو کا
توڑ دیا ظلمات کا گھیرا، دُور کیا اِک ایک اندھیرا
جَآءَ الۡحَقُّ وَزَھَقَ الۡبَاطِلُ ☆ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَھُوۡقًا
گاڑ دیا توحید کا پرچم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم

بقیہ: وہ جس کی بات کی رکھتا ہے لاج ربِ کریم ...... از صفحہ 8

وہ جس کی خوشبو سے مہکے ہے گلشنِ احمد
نہاں ہر پھول میں برگ و ثمر میں رہتا ہے
ہزار بار بھی دیکھوں اُسے تو جی نہ بھرے
دھیان میرا اُسی راہ گزر میں رہتا ہے
وہ جس کی بات کی رکھتا ہے لاج ربِّ کریم
حِصار میرا وہ زیر و زبر میں رہتا ہے
ہے اُن کے واسطے وہ حضرتِ خضر کی طرح
نصیب جن کا کہ مدّوجزر میں رہتا ہے
جلا کے دیپ میرے دِل میں اپنی یادوں کے
قریب یوں میرے شام و سحر میں رہتا ہے
اُٹھیں جو ہاتھ تو مانگوں دُعا اُسی کے لئے
وہ میری سوچ میں اور چشمِ تر میں رہتا ہے
دُعا سے اُس کی ملے ہے مجھے شِفاء سآجد
مسیحا بن کے وہ میری فکر میں رہتا ہے
جو پوچھو نام اُس کا تو وہ ہے ’’حضرتِ مسرور‘‘
اِسی وطن میں، دِلوں کے نگر میں رہتا ہے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

وہ جس کی بات کی رکھتا ہے لاج رب کریم

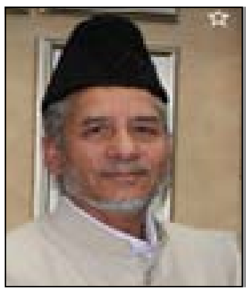

(از۔قریشی داؤد احمد ساجد مُربّی سلسلہ احمدیہ گلاسگو۔اسکاٹ لینڈ)

خاکسار کو ایک عرصہ سے پِتّہ میں پتھری کی وجہ سے کافی تکلیف تھی جس کی وجہ سے بعض اوقات معدہ میں شدید درد ہوتا تھاَ پہلے تو ڈاکٹر حضرات السر سمجھتے رہے۔ لیکن پِتّہ میں پتھری کا علم ہونے کے بعد بھی آپریشن کی دو تین دفعہ تاریخ ملنے کے باوجود بعض وجوہات کی بنا پر آپریشن نہ ہو سکا۔ اِس دوران خاکسار کو انفیکشن کے باعث کئی کئی دن ہسپتال میں داخل بھی رہنا پڑا 10 مئی 2011ء کو خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے مُلاقات کی اور حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عرض کیا کہ حضور اس بیماری کی وجہ سے شدید تکلیف ہوتی ہے۔حضور ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے فرمایا ’’مجھے علم ہے‘‘

پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد فرمایا ’’ہسپتال والوں سے بات کریں اگر پندرہ دن میں آپریشن کر دیں تو ٹھیک ہے ورنہ پرائیویٹ آپریشن کروالیں اور ڈاکٹر شبیر بھٹی صاحب سے بھی بات کر لیں ‘‘

جن احباب کو یورپین ممالک کے نیشنل ہیلتھ سروس کے بارے میں علم ہے وہ جانتے ہیں کہ اِن ممالک میں تو بعض اوقات اپنے ذاتی مُعالج سے ملنے کے لئے بھی کئی دفعہ دو دو ہفتے لگ جاتے ہیں نیز آپ کو ہسپتال والوں یا سرجن کے پاس بھی آپ کا ذاتی مُعالج ہی بھجواتا ہے جو کہ لمبا Procedure ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اِرشاد کی تکمیل میں خاکسار نے ڈاکٹر شبّیر بھٹی صاحب سے بھی بات کی اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے۔

اگلے روز خاکسار لندن سے گلاسگو واپس آیا تو کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ ذاتی مُعالج یا ہسپتال والوں سے بات کیسے کی جائے۔ اِسی کشمکش میں 12 مئی 2011ء کو معدے میں شدید درد شروع ہو گیا جس کے باعث خاکسار کو ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ ہسپتال میں پہلے چند روز تو اِنفیکشن کے باعث کافی تکلیف رہی، ایک دن صبح ڈاکٹر صاحب اپنی ٹیم کے ہمراہ راؤنڈ پر آئے تو

خاکسار نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کیا آپ آپریشن نہیں کر سکتے کیونکہ مجھے یہ تکلیف بہت عرصہ سے ہے اور کئی دفعہ آپریشن مُلتوی بھی ہو چُکا ہے۔ وہ ایک Russian ڈاکٹر صاحب تھے۔ کہنے لگے ابھی اِنفیکشن بہت زیادہ ہے اس کو ٹھیک ہونے میں دو تین ہفتے لگ سکتے ہیں اس کے بعد کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد خاکسار نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ کیا میں پرائیویٹ آپریشن کروا سکتا ہوں؟ اس پر وہ کہنے لگے کہ آپ پرائیویٹ آپریشن کیوں کروانا چاہتے ہیں؟

میں نے اُن سے کہا کہ مجھے یہ تکلیف کافی عرصہ سے ہے اور اِس کی وجہ سے مجھے شدید درد اور پریشانی ہوتی ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میں تو پرائیویٹ آپریشن نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو جانتا ہوں جو پرائیویٹ آپریشن کرتا ہو۔

اگلے روز وہ ڈاکٹر صاحب صُبح راؤنڈ پر آئے اور نارمل چیک اَپ کے بعد چلے گئے، اُدھر خاکسار کے ذِہن میں مُسلسل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ گردش کرتے تھے لیکن دُعا کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا، اُسی روز دوپہر کے بعد اچانک وہ ڈاکٹر صاحب وارڈ میں آئے اور میرے ساتھ مصافحہ کیا اور کہنے لگے کہ میں نے آپ کے اسکین کا انتظام کیا ہے اور ابھی اسکین کے بعد بیہوش کرنے والی ٹیم کا آدمی آپ کو بریف کرئے گا کیونکہ میں نے آج آپ کے آپریشن کا فیصلہ کیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد پورٹر آ گیا اور مجھے اسکین کے لئے لے گیا، لیکن اُس وقت خاکسار کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب خاکسار نے دیکھا کہ اسکین کے شُعبہ کی طرف جانے والے راستہ پر اسکین کے شُعبہ سے پہلے ڈاکٹر صاحب خود کھڑے تھے اُنہوں نے پورٹر سے وہیل چیئر لے لی اور خود مجھے اسکین والے کمرہ میں لیکر گئے نیز وہیں بیٹھ کر اسکین دیکھا۔ اس کے بعد خاکسار بیہوش کرنے والی ٹیم کے آدمی کے آنے کا انتظار کرنے لگا، لیکن کوئی نہ آیا جس وجہ سے فطرتی طور پر کچھ پریشانی ہوئی، ابھی خاکسار اِسی اُدھیڑ بُن میں تھا کہ رات کے گیارہ بجے کے قریب ڈاکٹر صاحب آ گئے اور معذرت کرنے لگے اور کہا کہ ایک ایمرجنسی کی وجہ سے ہم کافی لیٹ ہو گئے تھے اور بیہوش کرنے والی ٹیم بھی کافی تھکی ہوئی تھی اس لئے میں کوئی رِسک نہیں لینا چاہتا تھا، لیکن کل صُبح سب سے پہلے آپ کا آپریشن ہو گا۔

چنانچہ اگلے روز خاکسار کا آپریشن ہو گیا، الحمدُ للّٰہ علیٰ ذالک.

آپریشن کے بعد وہ ڈاکٹر صاحب روزانہ دو دفعہ راؤنڈ پر آتے تھے، ایک اہم بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ اُس وارڈ میں ہم سات یا آٹھ مریض تھے لیکن ڈاکٹر صاحب جب بھی آتے تو صرف مجھ سے مُصافحہ کرتے تھے۔

اِسی دوران خاکسار نے مندرجہ ذیل اَشعار جو آخر پر ہیں، بھی لکھے۔

25 مئی کو خاکسار کا ایک اور اسکین ہوا تا کہ پتہ چل سکے کہ پتے سے معدہ میں آنے والی شریان میں کوئی روک تو نہیں۔

26 مئی کو ڈاکٹر صاحب نے خاکسار کو گھر جانے کی اجازت دے دی لیکن دوپہر کو ڈیوٹی پر موجود ایک نوجوان انڈین ڈاکٹر آیا اور کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب نے آپ کو گھر جانے کی اجازت تو دے دی تھی لیکن اسکین کا رزلٹ ابھی نہیں آیا اس لئے ہوسکتا ہے کہ آج رات آپ کو اِدھر ہی روکنا پڑے۔

خاکسار کے ذہن میں خیال آیا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پندرہ دن فرمایا تھا اور ہسپتال آئے ہوئے آج مجھے پندرواں روز ہے اور یہ نظم بھی مکمل ہوگئی ہے لیکن ڈاکٹر مجھے کہہ رہا ہے کہ شائد آج رات آپ کو اِدھر ہی روکنا پڑے۔

خاکسار کو اُس ذات کی قَسم جِس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے، یہ خیال گُزرے ابھی نصف گھنٹہ بھی نہ گُزرا ہو گا کہ وہی انڈین ڈاکٹر آ کر مجھے کہنے لگا کہ اگر آج اسکین کا رزلٹ آ بھی گیا تو ہم نے کُچھ بھی نہیں کرنا، اس لیے آپ گھر جا سکتے ہیں۔ میں آپ کو فون کر کے سکین کے بارہ میں بتا دوں گا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد اُس نے فون کر کے بتایا کہ آپ کے اسکین کا رزلٹ کلئیر آیا ہے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی مَدح میں)

ہیولہ نُور کا مٹی کے گھر میں رہتا ہے
میرے خیال میں قلب و نظر میں رہتا ہے
میں اُس کو دیکھ کر یوں سوچنے لگوں جیسے
خُدا خود ہو کے مُجسّم، بشر میں رہتا ہے
وہ بولتا ہے تو ٹھہرا ھُوا سمندر ہے
نگاہ دُور بیں، گویا سفر میں رہتا ہے
شہر کے لوگ اگرچہ نہ اُسکو پہچانیں
تذکرہ اُس کا تو اَب بحر و بر میں رہتا ہے
میں اُسکی خاکِ پا کو چھو سکوں کبھی شائد
مُقابلہ یہی شمس و قمر میں رہتا ہے
حَسین اُس سا نہیں دہر کے حسینوں میں
مدارِ بحث وہ لعل و گوھر میں رہتا ہے

بقیہ صفحہ 7 پر

طلوع وغروب آفتاب

04 اگست 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:33	18:58
مدینہ منورہ	04:26	19:04
قادیان	04:15	19:22
ربوہ	03:55	19:02
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:03	20:44